اتحاد و اتفاق کے لیے مساجد، مدارس کا کردار سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں

Role of mosques, madrasas for unity and consensus In the light of the biography of the Prophet ﷺ

ڈاکٹر سید عبد الغفار بخاری

ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

کلثوم بی بی

پی ایچ ڈی ریسرچ اسکالر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

Abstract

In Islam, the mosque has had a central place in terms of worship, education, culture and civilization, but the mosque was the center and source of all the activities of Muslims. The teaching of Islam began in the mosque. When the Messenger of Allah (ﷺ) migrated, he founded a mosque outside Madinah, which is the first mosque, and then built the second Masjid Nabawi in Madinah. Religious and worldly teachings were started in it. From this Prophet's Mosque, the feelings of knowledge and mysticism, culture and civilization, unity, collectivity, equality and brotherhood grew and the society became enlightened day by day. Then an immortal Islamic civilization came into being, whose traces will remain for the rest of the world. Social, moral, political and administrative corruption has become common in Muslim societies in the present era. It started when the Muslim's relationship with the mosque became weak. Today, if we aspire to reform the society and make it a cradle of peace and harmony. In this paper, the role of mosques, madrasahs, monasteries and imambargahs for unity and consensus has been examined in the light of the Prophet's biography.

Keywords: Mosque, culture and civilization, Unity, equity, brotherhood

موضوع کا تعارف اور اہمیت

اسلام ایک نظامِ حیات ہونے کے لحاظ سے معاشرتی تنظیم کے بارے میں واضح پروگرام کا حامل ہے۔ مختلف انسانوں اور بین التہذیبی روابط کے سلسلے میں اس کا ایک مؤقف ہے جس کا اظہار قرآن و سنت کی نصوص میں موجود ہے مثلاً وہ انسانوں کو اکثریت و اقلیت کے پیمانوں سے نہیں ماپتا بلکہ اصولوں اور وابستگیوں کے حوالے سے شناخت کو قبول کرتا ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے نسلی و لسانی بنیادوں پر انسانوں کی تفریق اور اس پر مبنی اکثریت و اقلیت کا تصور قابلِ قبول نہیں۔ اس کے نزدیک انسانیت ایک وحدت ہے اور نسلی و لسانی اختلافات وجہ تفریق و امتیاز نہیں۔ بلکہ وہ محض تعارف کا ذریعہ اور پہچان کا وسیلہ ہیں۔ قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ زبان اور رنگ کا اختلاف قدرتِ الٰہی کی کرشمہ سازی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْعَالِمِينَ[1]

قرآن نسلِ انسانی کی ایک بنیاد کو پیش کرتا ہے اور وحدتِ نسلِ انسانی کے عالمگیر نظریہ کا علمبردار ہے۔ وہ نسلی امتیازات کا مخالف اور اس بنیاد بننے والے رویوں اور پالیسیوں کو انسان دشمنی سمجھتا ہے۔ اس کا اعلان ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً-وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ[2]

لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک جاندار سے پیدا کیا اور اس جاندار سے جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بکثرت مرد اور عورت پھیلا دیئے۔

اسلام میں مسجد کو عبادت، تعلیم و تربیت، ثقافت اور تہذیب و تمدن کے اعتبار سے مرکزی مقام حاصل رہا ہے بلکہ مسلمانوں کی تمام سرگرمیوں کا مرکز و منبع مسجد ہی تھی۔ اسلام کی تعلیم کا آغاز مسجد سے ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے ہجرت فرمائی تو مدینہ سے باہر مسجد کی بنیاد رکھی جو سب سے پہلی مسجد ہے اور پھر مدینہ منورہ میں دوسری مسجد نبوی بنائی۔ اس میں دینی اور دنیاوی تعلیمات کی شروعات کیں۔ اسی مسجدِ نبوی سے علم و عرفان، تہذیب و تمدن، اتحاد و یگانگت، اجتماعیت، مساوات و اخوّت کے جذبات پروان چڑھے اور معاشرہ روز بروز منور ہوتا چلا گیا۔ پھر ایک غیر فانی اسلامی تہذیب وجود میں آئی کہ اس کے نقوش رہتی دنیا تک باقی رہیں گے۔ موجودہ دور میں مسلمان معاشروں میں معاشرتی، اخلاقی، سیاسی اور انتظامی بگاڑ عام ہو چکا ہے۔ اس کی ابتدا اُس وقت ہو گئی تھی جب مسلمان کا تعلق مسجد سے کمزور ہوا۔ آج اگر ہم آرزو مند ہیں کہ معاشرہ کی اصلاح ہو اور وہ امن و آشتی کا گہوارہ بن جائے۔ مقالہ ہذا میں اتحاد و اتفاق کے لیے مساجد، مدارس خانقاہ اور امام بارگاہ کا کردار سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں جائزہ لیا گیا ہے۔

خاکہ تحقیق

مقالہ ہذا مقدمہ اور پانچ مباحث اور خاتمہ پر مشتمل ہے:

مقدمہ: موضوع کا تعارف اور اہمیت، خاکہ تحقیق

مبحث اول: اتحاد و اتفاق کی اہمیت

مبحث ثانی: مساجد و مدارس کا تعارف اور اہمیت

مبحث ثالث: قرون اولی میں مساجد و مدارس کا کردار

مبحث رابع: مساجد و مدارس کا اتحاد و اتفاق کے لیے کردار

مبحث خامس: غیر مسلموں سے سیاسی و سماجی روابط اور سیرتِ طیبہ

خاتمہ: سفارشات و نتائج

مبحث اول: اتحاد واتفاق کی اہمیت

قوموں کی تعمیر اور ترقی خوشحالی اور استحکام کا دارومدار اتحاد پر ہے۔ قوم مستحد ہو تو اسے کوئی ہے دشمن مغلوب نہیں کر سکتا۔ لیکن اگر قومی یکجہتی نہ ہو تو دشمن آسانی کے ساتھ اسے زیر کر لیتا ہے۔ اتحاد ہی قوت اور طاقت کا ذریعہ ہے۔ نااتفاقی انتشار، کمزوری اور زوال ہے۔

دریا، سمندر، نہر اور چشمہ کیا ہیں؟ یہ پانی کے قطروں کا اتحاد ہی تو ہے۔ اگر قطروں میں یہ اتحاد نہ ہو تو ان کا وجود نہ پیدا ہو جائے۔ لیکن جب قطرے باہر مستحد ہوتے ہیں تو دریا، ندی ندی نالے اور سمندر بن جاتے ہیں۔ قطروں کی یہی متحدہ قوت سیلاب کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ شہد کی مکھیاں باہم اتحاد و تنظیم سے کام لیتی ہیں تو شہد جیسی مفید شے وجود میں آتی ہے۔ یہ مکھیاں ایک اجتماعی نظم کے تحت مختلف وادیوں گھاٹیوں اور باغوں میں پھیل جاتی ہیں اور پھولوں کا رس چوس کر شہد کا چھاتیاں کرتی ہیں اور اسی طرح شہد وجود میں آتا ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے: وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا [3] اللہ تعالیٰ کی رسی کو سب مل کر مضبوط تھام لو اور پھوٹ نہ ڈالو۔

کتاب کی شیرازہ بندی اتفاق و اتحاد کی مرہون منت ہے۔ اگر یہ شیرازہ بندی نہ ہو تو منتشر اوراق پر کتاب کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ جب منتشر اوراق کو باہم جوڑ کر ان کی شیرازہ بندی کر دی گئی تو کتاب وجود میں آئی۔ اس شیراز کو توڑ دیجیے تو اوراق منتشر ہو جائیں گے اور کتاب کا وجود ختم ہو جائے گا۔

نیز فرمایا: إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ [4]- بیشک وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے اور خود مختلف گروہ بن گئے اے حبیب! آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔

دو گروہوں کے درمیان خواہ کتنا بھی اختلاف ہو، لیکن بہت سے اُمور میں اشتراک بھی پایا جاتا ہے، اتحاد کے لیے ضروری ہے کہ اختلافی اُمور کے بجائے ان اُمور پر نظر رکھی جائے جو قدرِ مشترک ہیں، مسلمانوں کے درمیان اتنی زیادہ باتیں مشترک ہیں کہ دوسرے مذاہب کے ماننے والوں میں اس کا پچاس فیصد بھی شاید ہی مل سکے۔ اسلام وحدت نسل انسانی کا داعی ہے تفریق بین الناس کا شدید مخالف ہے۔ قومی، لسانی اور نسلی امتیازات کو جڑ سے کاٹ دیتا ہے۔ نسل انسانی کی وحدت کا نظریہ پیش کرتا ہے جس پر امن کی عمارت کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے۔

مسلمانوں کے اتحاد پر بہت زور دیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔

تَرَى الْمُؤْمِنِينَ فِي تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى عُضْوًا تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ جَسَدِهِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّ[5]- آپ مومنوں کو آپس میں رحم کرنے، محبت رکھنے اور مہربانی کرنے میں ایسا پائیں گے جیسا کہ ایک بدن ہو' جب اس کے کسی عضو کو تکلیف پہنچتی ہے تو پورے جسم کے سارے اعضاء بے خوابی، بے تابی اور بخار میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:يَدُ اللَّهِ مَعَ الْجَمَاعَةِ[6]- اللہ تعالی کا ہاتھ جماعت پر ہے۔ اسلامی اتحاد کی بنیاد دین و مذہب پر ہے۔ مذہب ہی ایک ایسی چیز ہے جو ہماری ملت کی مشترکہ اثاثہ ہے اور جس کے تحت ہم بحیثیت قوم اور ملت، متحد اور منظم ہو سکتے ہیں۔ ہمارے اتحاد کی بنیاد کلمہ طیبہ پر ہے۔ ہمارا خدا ایک رسی ایک قرآن ایک اور قبلہ ایک ہے۔ اس لیے ہمیں بھی ایک ہونا چاہیے۔ اسی قدر ہماری ایمان یا قوت مضبوط ہو گی۔ اسی قدر ہمارا اتحاد مضبوط ہو گا۔ جب تک افراد میں اختلاف رہتا ہے تو وہ کوئی ایسی قوم نہیں بن سکتے جس پر تاریخ فخر کر سکے۔ ایک فرد کی تنہا کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس کی زندگی ربط ملت سے ہے۔ باریک تار یا باہم ملتے ہیں تو تھان بن جاتے ہیں۔

اتحاد باہمی کی سخت ضرورت ہے۔ ملت اسلامیہ اس وقت تک مضبوط نہیں بن سکتی جب تک ہم اپنے اختلافات کو مٹا کر ایک نہ ہو جائیں۔ اور ایک ہو جائیں گے تو ہمارے اتحاد و اتفاق اور وحدت کے سامنے مخالفین کے منصوبے ناکام ہو کر رہ جائیں گے۔ غیروں کو مخالفت کی جرات اس وقت تک ہوتی ہے جب وہ اندرونی اختلاف کو دیکھتے ہیں۔ جب ہم ایک ہو گے تو کوئی مخالف ہماری طرف آنکھ اٹھا نہیں سکے گا اور کوئی ہمارا بال بھی بیکا نہیں کر سکے گا۔ آج مسلمانوں کے سارے مسائل کا حل ان کی اجتماعیت اور اتحاد ہے، وہ متحد نہیں اس لیے ان کی شریعت محفوظ نہیں۔ ہم جس مذہب کے پیروکار ہیں۔ اس کی پاکیزہ تعلیمات اتحاد و مساوات اور ربط باہمی کے ایسے پہلو لیے ہوئے ہیں جس پر عمل کرنے سے یہ سرفراز ہوتی ہے۔ اسلام کا ہر رکن اتفاق کی تعلیم دیتا ہے۔ حج اتفاق کا ایک عالمگیر نمونہ ہے۔

اس وقت اتحاد عالم اسلام ایک اہم ترین ضرورت ہے اس وقت دنیا میں مسلمانوں کی تعداد ایک ارب سے زیادہ ہے اور پچاس سے زیادہ آزاد مملکتوں کے مالک ہیں۔ ان کے پاس بے پناہ افرادی قوت و مادی وسائل ہیں صرف جذبہ ایمانی اور اتحاد و یکجہتی کی ضرورت ہے۔ ملت میں فرقہ پرستی اور فرقہ بازی کا زہر اس حد تک سرایت کر چکا ہے کہ نہ صرف اس کے خطرناک مضمرات کا پورا احساس اور ادراک اس میں ہر شخص کے لیے ضروری ہے بلکہ اس کے ادراک اور ازالہ کے لیے ضروری ہے کہ مساجد اور مدارس اپنا کردار ادا کریں۔ ہم معاشرہ سے نفرت بغض، نفاق، حق اور انتشار کا قلع قمع کر کے باہمی محبت اخوت و یگانگت اور ہم آہنگی اور اتحاد مسلمین کو فروغ دینے کی کی ہر ممکن کوشش کریں اسی میں ہماری بقا اور فلاح مضمر ہے۔

مبحث ثانی: مساجد، مدارس، کا تعارف اور اہمیت

1- مساجد و مدارس کا تعارف

مسجد کا لغوی تعریف

كلمة مَسْجِد على وزن مَفْعِل بكسر العين ، اسم لمكان السجود ، وبالفتح هو موضع السجود من بدن الإنسان. (7)

لفظ مسجد **مَفْعِل** (عین کے کسرے کے ساتھ) کے وزن پر ہے۔ سجدے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ اور مسجد (عین کے زبر کے ساتھ) انسان کے سجدے کے اعضاء یعنی پیشانی، ناک وغیرہ

شرعی اصطلاح میں مسجد کا مفہوم:

المسجد هو الموضع الذي يسجد فيه، وكل موضع يتعبد فيه فهو مسجد (8)

مسجد سے مراد وہ مقام یا جگہ ہے جہاں سجدہ کیا جائے اور وہ جگہ اللہ تعالی کی عبادت اور بندگی کی جاسکے۔

الموضع الذي يسجد فيه، ثم اتّسع المعنى إلى البيت المُتّخذ لاجتماع المسلمين لأداء الصلاة فيه يقول الزركشي : "لما كان السجود أشرف أفعال الصلاة لقرب العبد من ربه، فقد اشتق اسم المكان منه فقيل: مسجد ولم يقل مَرْكِع، كما خصص المسجد بالمكان المهيأ لأداء الصلوات الخمس والكسوف والخسوف ونحوها حتى يخرج المصلَّى المجتمع فيه للأعياد ونحوها فلا يعطى حكمه وكذلك الربط والمدارس لأنها هُيئت لغير ذلك.

2- مساجد و مدارس کی اہمیت

(ا) مسجد

اسلامی معاشرہ کی تشکیل و تعمیر کا تمام تر دارومدار ہی مساجد پر ہے۔ اور قرآنِ مجید نے اس بات کی شہادت یوں دی ہے: ﴿إِنَّ أَوَّلَ بَيتٍ وُضِعَ لِلنّاسِ لَلَّذى بِبَكَّةَ مُبارَكًا وَهُدًى لِلعلَمينَ﴾ (9) نیز ارشاد ہے: ﴿يٰبَنى ءادَمَ خُذوا زينَتَكُم عِندَ كُلِّ مَسجِدٍ وَكُلوا وَاشرَبوا وَلا تُسرِفوا إِنَّهُ لا يُحِبُّ المُسرِفينَ﴾ (10)۔ اے اولادِ آدم! ہر عبادت کے وقت مسجد کا رخ کرتے ہوئے اپنی زیب و زینت کو اپناؤ اور کھاؤ پیئو اور حد سے نہ بڑھو۔ بے شک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو ناپسند کرتا ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے: ﴿يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللّٰهَ فَعَسَى أُولَئِكَ أَنْ يَكُونُوا مِنَ الْمُهْتَدِينَ﴾ (11)۔ درحقیقت مسجدوں کو آباد وہ کرتا ہے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، نماز قائم کرتا ہے اور زکوۃ ادا کرتا ہے اور اللہ کے سوا اور کسی سے نہیں ڈرتا۔ انہی کے متعلق یہ امید کی جاسکتی ہے کہ وہ ہدایت یافتہ لوگوں میں سے ہوں گے۔

اس آیت مجیدہ میں مسجد تعمیر کرنے والے کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں جس سے ان دو باتوں کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مساجد اللہ کی نگاہ میں ایک بابرکت اور اہم مقام ہے نیز انہیں تعمیر کرنے والے لوگ اللہ کی وحدانیت اور روز آخرت پر ایمان کے جذبے سے سرشار ہونگے اور یہی افراد ہدایت یافتہ ہونگے۔

ایک دوسری مقام پر ارشاد باری تعالی ہے : ﴿ قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا عَلَى أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَسْجِدًا ﴾ [12]۔ جو لوگ ان کے معاملات پر غالب آئے تھے وہ بولے کہ ہم ان پر ایک مسجد بنائیں گے۔

اس آیت سے گذشتہ تاریخ کے نیک افراد کی سیرت سے آشنائی کے ساتھ اس بات کی نشاندہی ہوتی ہے کہ حضرت عیسی کے پیروکاروں میں بھی عبادت خدا کیلئے ایک علیحدہ مقام تعمیر کرنے کی روش موجود تھی اور آسمانی مذاہب میں عبادت کیلئے بنائے جانے والے مخصوص مقامات کو وہ احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

اسلام کے اوائل سے ہی مسجد اور تعلیم وتربیت کا باہمی گہرا ربط و تعلق رہا ہے، بلکہ ابتدائے اسلام سے ہی ثقافت اسلامیہ کی نشر واشاعت اور تبلیغ میں مسجد کا کلیدی کردار رہا، نبی کریم ﷺ نے مسجد نبوی کو درس و تدریس کی جگہ مقرر کی تھی۔

مسلم معاشرہ کے قیام میں مسجد کی اہمیت و ضرورت کی واضح ترجمانی کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے دور کا وہ معاشرہ جو استحکام، پائیداری اور عظمت و رفعت کی بہترین مثال تھا، مساجد ہی کا مرہونِ منت تھا اور جب تک مساجد پُر رونق رہیں اور مسلم معاشرہ میں ان کی ضرورت و افادیت کو محسوس کیا جاتا رہا۔ اسلام بھی سربلند رہا۔ لیکن جونہی مساجد کی مرکزی حیثیت متزلزل ہوئی اور قرآن و حدیث کو چھوڑ کر دوسری تعلیمات کا دور دورہ ہوا۔ لوگ مساجد سے دور ہونے لگے اور معاشرہ میں مساجد کو وہ مقام حاصل نہ رہا جو قرونِ اولی میں تھا تو مسلمان بھی اپنی شان و شوکت کھو کر تنزلی کا شکار ہوتے چلے گئے۔ [13]

کتب احادیث میں مساجد کے متعلق بہت زیادہ روایات ہیں جن سے مسجد کی اہمیت، فضیلت اور مقام و مرتبہ کا اندازہ ہوتا ہے۔ امام بخاری نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں پچاس ابواب میں احادیث اور مسائل کا ذکر تفصیل سے کیا ہے۔

(ب) دینی مدارس

دینی مدارس کی عہد رسالت میں ہوئی ہے، آنحضرت ﷺ نے مسجد سے متصل ایک چبوترا بھی بنایا گیا جو ایسے افراد کے لئے دار الاقامہ تھا جو دور دراز سے آئے تھے اور مدینہ منورہ میں ان کا اپنا گھر نہیں تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے مسجد نبوی کے ساتھ چبوترہ جس کو "صُفّہ" کہا جاتا ہے قائم کیا۔ اس میں آنحضرت ﷺ سے تعلیم

کتاب تعلیم حکمت اور تزکیہ نفس حاصل کرنے والے ستر کے قریب صحابہ کرام اس میں تعلیم حاصل کرتے تھے۔ چنانچہ "اصحابِ صُفّہ" پہلا دینی مدرسہ تھا۔

برِ صغیر میں مسلمانوں نے تقریباً آٹھ سو سال حکومت کی، عوام وخواص اور راعی ورعایا سب ایک ہی نصابِ تعلیم سے فیض یاب ہوتے تھے۔ انگریز نے برِ صغیر میں تسلُّط کے بعد جہاں مسلمانوں کے نصابِ تعلیم سے قرآن وسنت، اسلامی فقہ اور اسلامی تاریخ کو نکالا، وہاں ذریعۂ تعلیم عربی، فارسی اور اردو کے بجائے انگریزی کو بنایا، تاکہ مسلمانوں کی اگلی نسلی جہاں اپنی تاریخ اور سرمایۂ علم سے نابلد اور ناآشنا ہو، وہاں مستقبل میں اسلامی تہذیب اور اسلامی اقدار کا نمونہ بننے کے بجائے مغربی تہذیب اور مغربی اقدار سے ہم آہنگ ہو، اسی لیے انہوں نے پرائمری اسکول سے کالج اور یونیورسٹی تک اپنا نصابِ تعلیم اور اپنا نظامِ تعلیم رائج کیا۔

انہی برے اثرات کو بہت پہلے ہمارے اسلاف نے دواندیشی اور تدبر وفکر کی دور بین سے دیکھتے ہوئے اُمتِ مسلمہ کے نونہالوں کے لیے دینی مدارس قائم کرنے اور اپنا نصابِ تعلیم اور نظامِ تعلیم رائج کرنے کا منصوبہ اور پروگرام وضع کیا اور ان مدارس وجامعات کو قائم اور باقی رکھنے کے لیے ایسے بنیادی اصول اور قواعد وضع کیے۔ دینی مدارس جہاں اسلام کے قلعے، ہدایت کے سرچشمے، دین کی پناہ گاہیں، اور اشاعت دین کا بہت بڑا ذریعہ ہیں۔ دینی مدارس ایک بہت بڑی NGO ہے۔ جہاں پر لاکھوں طلباء دینی تعلیم سے آراستہ ہو کر ملک کی تعمیر وترقی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں، جہاں طلباء کو نہ صرف مفت تعلیم دی جاتی ہے۔ بلکہ ان کو رہائش وخوراک اور مفت طبی سہولت بھی کیا جاتا ہے۔(14)

دینی مدارس کے نظام زندگی کے متعلق مسلم اکیڈمی کے سیکرٹری جناب نذر احمد صاحب نے پاکستان کے دینی مدارس کا ایک جائزہ اور سروے رپورٹ آٹھ سو صفحات میں شائع کی ہے جس میں انہوں نے بڑی حقیقت و صداقت کا حامل ایک منصفانہ تجزیہ پیش کیا ہے. خامیوں کی طرف بھی توجہ دلائی ہے اور خوبیوں کو بھی واضح کیا ہے۔ دشمن کی آنکھ سے نہیں، ایک منصف اور حقیقت پسند تجزیہ نگار کی آنکھ سے انہوں نے دینی مدارس کے نصاب ونظام کا مشاہدہ کیا ہے(15)۔

مادیت کے اس امڈتے ہوئے سیلاب میں آج اگر "قال اللہ و قال الرسول" کی صدائیں بلند ہو رہی اور بڑھتی جارہی ہیں تو یہ ان دینی مدارس اور اس میں پڑھنے، پڑھانے والوں کا ہی "فیضان" ہے، یہ دینی مدارس اسلام کی پناگاہیں اور ہدایت کے سرچشمے ہیں اور یہ دین کی ایسی روشن مشعلیں ہیں کہ جن کی کرنیں ایک عالم کو منوّر کر رہی ہیں اور قیامت تک کرتی رہیں گی۔

تاہم جس طرح ہم من حیث الامت زوال پزیر ہیں۔ جب قومیں تنزل کا شکار ہوتی ہیں تو ان کے تمام شعبے زوال کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یا یہ کہ جن شعبوں سے جو امیدیں وابستہ ہوتی ہیں وہ ان امیدوں پر پورا نہیں اترتے ہیں۔ اسی طرح دینی مدارس بھی کمال نہیں دکھا سکے ہیں۔ جن کی اس دور میں ان سے امیدیں وابستہ تھیں۔ کئی چیزیں وقت کے ساتھ ساتھ اپنی افادیت کھو دیتی ہیں اس لیے ان کی تجدید کی جاتی ہے۔ دینی مدارس میں امدادی علوم اور جدید پیمانے پر اساتذہ اور طلباء کی تربیت نہیں کی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جدید طریقہ تعلیم اور نئے آمدہ مسائل کے حل کے لیے تحقیقی مجالس اور مدارس کا فقدان ہے۔ جبکہ فلسفہ اور منطق کے علوم ایک زمانہ میں مفید اور ضروری تھے جبکہ اب ان علوم کی جگہ جدید سائنسی علوم نے لے لی ہے۔ اگر ان کی جگہ ان سے استفادہ کیا جائے تو بہتر نتائج نکل سکتے ہیں۔[16]

مبحث ثالث: قرون اولی میں اتحاد و اتفاق کے لیے مساجد و مدارس کا کردار

ہجرت کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں معاشرے کے اصلاح اور اس کے اتحاد و اتفاق کے لیے مسجد نبوی کو مرکز کی شکل میں بھرپور اور مکمل استعمال کیا۔ آپ ﷺ نے مسجد نبوی کے سنگریزوں پر بیٹھ کر معاشرہ کے تمام مسائل کو قرآن حکیم کی روشنی میں نہ صرف حل فرمایا بلکہ آپ ﷺ کی تمام اصلاحی اور تعمیری سرگرمیاں بھی یہیں سے انجام دی گئیں۔ سینکڑوں مہاجرین کی اس چھوٹی سی بستی میں منتقل ہونے کے بعد آبادی کے مسائل اور ان نووارد افراد کو معاشرے میں ضم کرنے کے مسائل تھے جنہیں اسی مسجد نبوی کے صحن میں بیٹھ کر مواخات کی شکل میں حل کیا گیا۔

مسجد نبوی اتحاد و اتفاق کا مرکز

ہجرت مدینہ کے بعد نئی مملکت ریاست مدینہ بہت سے مسائل کا شکار تھی، چنانچہ آپ ﷺ نے سیاسی مسائل کا حل اور قانون سازی، تعلیم و تربیت کی سرگرمیاں، عدالتی فیصلوں کا انعقاد، رفاہی کاموں کا اجرا، تجارت و زراعت کے مسائل، دفاعی اقدامات اور جنگی حکمت عملی، جہاد کی تربیت اور اسلامی لشکر تشکیل وغیرہ گیا شعبہ ہائے زندگی پر محیط مسائل کا حل کے لیے مسجد نبوی کو مسلم معاشرہ کا محور و مرکز بنا دیا۔

مواخات اتحاد و اتفاق کا مثالی مظہر

رسول اللہ ﷺ نے انصار نے مہاجرین کو نصف گھر سامان کاروبار اور ایک بیوی کو طلاق دیکر ان کے نکاح میں دے دی۔ یہ تعمیل مواخات مدینہ کہلائی جس کی مثال تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔ اسلامی اخوت کا ایک اہم اور مثالی مظہر مواخات ہے۔ ہجرت کے بعد درپیش سب سے بڑا مسئلہ مہاجرین کی آبادکاری کا تھا کیونکہ وہ دین کی خاطر اپنا گھر بار اور ساز و سامان سب کچھ چھوڑ آئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سلسلے میں ایک نہایت اہم قدم اٹھاتے ہوئے

انصار و مہاجرین کو اسلام کے رشتۂ اخوت میں منسلک کر دیا۔ ایک مہاجر کو دوسرے انصاری کا بھائی بنا دیا گیا۔ انصار نے اپنے مہاجر بھائیوں سے فیاضی اور ایثار کا ثبوت دیا وہ اسلامی و عالمی تاریخ میں سنہری حرفوں سے لکھنے کے قابل ہے۔ وہ مہاجرین جو مدینہ آنے کے بعد خود کو تنہا محسوس کر رہے تھے اپنے انصار بھائیوں کے اس ایثار سے اس قدر متاثر ہوئے کہ اپنا وطن اور عزیز و اقارب چھوڑنے کا غم بھول گئے۔ انصار اور مہاجرین میں ایسا اتحاد و یگانگت پیدا ہوئی جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ (17)

ابن خلدون نے لکھا ہے کہ پہلی تین صدیوں میں مسجد ہی وہ درسگاہ تھی کہ تمام علوم و فنون اس میں پڑھائے جاتے تھے اور سب سے پہلے درس گاہ 'اصحابِ صفہ' کے نام سے مسجد نبوی میں قائم ہوئی تھی۔ مسجد میں درسِ قرآن و حدیث کے ساتھ فقہ کے مسائل بیان کرنے کا اہتمام بھی ہوتا ہے۔

عام طور پر مواخات کا ذکر اس انداز سے کیا جاتا ہے کہ یہ محض انصار و مہاجرین کے درمیان بھائی چارا پیدا کرنے کے لیے کیا گیا تھا جس کے نتیجہ میں ان دونوں طبقوں کے درمیان گہرا رشتہ اخوت استوار ہو گیا تھا۔ لیکن اگر مواخات کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے اور ان حالات و اسباب کے پس منظر میں اس پر سوچ بچار کی جائے جن میں یہ عمل وجود پذیر ہوا تھا تو اور بہت سے دوسرے پہلو بھی اجاگر ہوتے ہیں جن سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی فکر و بصیرت میں کس قدر وسعت و گہرائی تھی۔

معاشرے کے اصلاح اور اس کے اتحاد و اتفاق کے لیے مسجد نبوی کا کردار بہت واضح ہے۔

میثاق مدینہ پر امن بقائے باہمی کا پہلا آئین

ہجرت مدینہ کے فوری بعد رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کے یہود و نصاریٰ قبائل کے ساتھ باہم حفظ و امان کے تحریری معاہدے تحریر فرمائے جو میثاق مدینہ کہلائے جو دنیا میں پر امن بقائے باہمی کا پہلا آئین تھا۔ ازاں بعد ریاست مدینہ سماجی مساوات عدل و انصاف اور علم و حکمت کا گہوارہ بن گئی۔ دشمن قبائل شیر و شکر اور جانثار بن گئے۔ رسول اللہ ﷺ کی تعلیم و تربیت سے اصحاب صفہؓ معلم عالم اور عالمی حکمران بنے۔

مسجد نبوی کو صرف عبادت کی جگہ نہیں قرار دیا بلکہ اس سے لوگوں کی سماجی، سیاسی، علمی اور زندگی کے ہمہ جہت پہلوؤں اور ان سے متعلق مسائل کے حل کے لئے بھی اس مسجد کو مرکز کی شکل میں بھرپور اور مکمل استعمال کیا۔ پھر یہی مسجد وہ عظیم مرکز ٹھہرا جس نے، نہ صرف مسجد و مدرسہ کا کردار ادا کیا بلکہ زندگی کے تمام شعبہ ہائے زندگی پر محیط مسائل کا حل بھی پیش کیا۔ نتیجے میں دیکھتے ہی دیکھتے صدیوں کے الجھے ہوئے تمام مسائل حل ہو گئے۔ ساتھ ہی مدینہ منورہ کا معاشرہ، دنیا کے تمام معاشروں کے لیے ایک عظیم الشان مثالی معاشرہ بن کر سامنے آیا۔

اسلام نے تربیت کا جو نظام قائم کیا ہے وہ ہر دو سطح پر موجود ہے۔ وہ فرد کی اصلاح پر بھی توجہ دیتا ہے ساتھ ہی معاشرہ کی اصلاح پر بھی۔ یہیں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ معاشرہ کی اصلاح میں زندگی کے وہ تمام شعبہ ہائے حیات شامل ہیں جہاں فرد کا تعلق معاشرہ کے سب سے چھوٹے یونٹ "خاندان" سے وابستہ ہے نیز دور حاضر کے مختلف افکار و نظریات سے بھی، جنہیں، ہم معاشرہ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ مزید غور فرمایئے تو معلوم ہو گا کہ اسلام نے جو نظام حیات فراہم کیا ہے اس میں فرد اور معاشرہ، انفرادی اور اجتماعی ضرورتوں کے پیش نظر تمام مسائل کا حل اور ان کے مادی و روحانی ارتقاء پر بھی توجہ فرمائی ہے۔ لہذا فرد کی زندگی کے مختلف مراحل جنہیں ہم بچپن، لڑکپن، نوجوانی، جوانی اور بڑھاپے میں تقسیم کرتے ہیں، میں درپیش معاملات کو صحیح بنیادوں پر قائم رکھنے میں مساجد اور اس کے تحت انجام دی جانی والی سرگرمیاں اہم ترین کردار ادا کر سکتی ہیں۔ دوسری جانب معاشرہ کے اجتماعی مسائل اور درپیش معاملات کو صحیح رخ دینے میں بھی مساجد بھرپور کردار ادا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔

مبحث رابع: مساجد و مدارس کا باہمی اتحاد و اتفاق میں کردار

مسجد میں جہاں روحانی تربیت کا سامان مہیا کرتی ہے کہ مسلمان جب نماز کی ادائیگی کے لیے مسجد کا رُخ کرتا ہے تو وہ اپنی طہارت کا اہتمام کرتا ہے۔ اور کپڑوں کی صفائی کا جائزہ لیتا ہے کہ کہیں کوئی گندگی تو نہیں لگی ہوئی۔ ظاہری صفائی کے ساتھ وہ باطنی گندگی یعنی شرک، کینہ، حسد، بغض وغیرہ سے بھی اپنے آپ کو بچاتا ہے۔ اسی طرح معاشرتی کردار بھی ادا کرتی ہے۔ مسجد مسلم معاشرے کا مرکز و مرجع ہے، اس لیے بہت سے معاشرتی اُمور اس سے وابستہ ہوتے ہیں، جن میں حقوق العباد اور باہمی اتحاد و اتفاق کا احساس بھی پیدا ہو جاتا ہے۔

جب مسلمان مسجد میں اکٹھے ہوتے ہیں تو آپس میں سلام و جواب کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے احوال معلوم کرتے ہیں۔، بیمار کی عیادت کرتے ہیں اور حاجت مندوں کی مدد کرتے ہیں اور اجتماعی مسائل کا اِدراک کرتے ہیں۔ مسجد میں ہر طرح کے لوگ بوڑھے جوان بچے آتے ہیں اور ایک دوسرے سے میل ملاقات ہوتی ہے تو ایک دوسرے کی اخلاقی حالت سامنے آتی رہتی ہے۔ مسجد میں پابندی کے ساتھ پانچ وقت حاضری دینے سے مؤمن کے اخلاق اور کردار کی تعمیر ہوتی ہے۔ تعمیر کردار میں پابندئ وقت اور وعدہ قابل ذکر ہے۔ نماز کو باقاعدگی سے وقت پر ادا کرنے سے انسان وقت کا پابند بن جاتا ہے اور وہ اپنے وعدہ کو پورا کرنے اور نبھانے کا شعور پاتا ہے۔ اگر انسان معاشرے میں ان باتوں کا عادی ہو جائے تو اس کے اثرات بہت اچھے ہوتے ہیں۔ انسان بے حیائی سے بچا رہتا ہے۔[18] نماز انسان کو بے حیائی اور بُرے کاموں سے روکتی ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ﴾[19]

مسجد میں انسان معاشرتی برائیوں یعنی جھوٹ، غیبت، دھوکہ دہی، چغلی، رشوت، چوری اور بے حیائی وغیرہ سے باز رہتا ہے۔ اسی طرح مسلمان جب نماز کے لیے مسجد میں جاتا ہے تو اسے تمام مسلمان اسلام کے رشتہ اخوت سے جُڑے دکھائی دیتے ہیں، کیونکہ مسجد میں ذات پات، رنگ و نسل، علاقے اور ملک، امیر اور غریب میں کوئی امتیاز نہیں ہوتا۔ بقول اقبال:

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز　　نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

مسجد میں آنے سے باہمی تعلقات پختہ ہوتے ہیں اور اس کے ذریعے بہت ساری نفرتوں، کدورتوں کا خاتمہ ہوتا ہے اور مسلمانوں کے دلوں میں اخوت و مساوات، اُلفت و شفقت کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں۔ آج معاشرے میں جدید و قدیم جہالت کے جو فتنے ہیں ان کا علاج مسجد سے ممکن ہے کیونکہ:

تیرے دربار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے　　بندہ و آقا، محتاج و غنی سبھی ایک ہوئے

مسجد کا اجتماعی کردار

مسجد میں بہت سے اجتماعات مثلاً نمازِ جمعہ، رمضان المبارک اور عید الفطر وار عید الاضحی مواقع پر مسلمان جب مسجد میں جمع ہوتے ہیں تو ایک دوسرے سے مصافحہ اور معانقہ ضرور کرتے ہیں، خاص طور پر عیدین اور جمعہ کے موقع پر تو ناراض لوگ بھی آپس میں شیر و شکر ہو جاتے اور ایک دوسرے کو عیدین کی مبارک باد دیتے ہیں جو معاشرے میں نفرتوں کے خاتمہ کا ذریعہ ہے۔ جس سے مسجد کا اجتماعی کردار واضح ہوتا ہے۔ نیز زکوٰۃ و صدقات اور خیرات دینے سے ان کے مابین محبت و الفت کا رشتہ استوار ہوتا ہے۔

حافظ ابن قیم نے لکھا ہے:

"کہ بلاشبہ مسجد میں جمع ہو کر نماز ادا کرنا دین کا بڑا شعار ہے اور اس کی علامتوں میں سے ہے۔"(20)

مسجد کے ساتھ تعلق جوڑنے سے معاشرتی برائیوں سے خود بخود جان چھوٹ جاتی ہے کیونکہ نماز تمام بے حیائی اور نافرمانیوں سے روکتی ہے۔ دوسروں کو بھی ترغیب دینے کی ضرورت ہے۔

مساجد کے کردار کو ختم کرنے کی سازشیں اور تاریخی ادوار

مسجد دعوت و تبلیغ کا مرکز اور اسلامی معاشرے کا محور رہی ہے۔ مسجد ہی مسلمانوں کی ظاہری، باطنی اور مادی آبیاری اصلاح کرتی رہی۔ نبی اکرم ﷺ کے زمانے سے لے کر خلفا اور بعد کے دور میں بھی ایسا ہی کردار ادا کرتی رہی۔ دشمنوں نے اس کی اہمیت، مرکزیت اور ہمہ گیریت کو سمجھ کر اس کے خلاف گہری اور پوشیدہ سازشیں شروع کر دی تاکہ اس کے کردار کو ختم یا کم از کم کمزور ضرور کر دیا جائے۔ تاریخ اسلام میں مسجد کی عظمت اور

مرکزیت کے خلاف سب سے پہلا پروگرام مسجدِ ضرار کی صورت میں سامنے آیا جو قبیلہ خزرج کے ابو عامر نامی شخص جو عیسائی بن گیا تھا، کے مشورہ سے منافقین مدینہ نے بنائی تھی اور ان کے مذموم اور ناپاک مقاصد کا ذکر اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا:

﴿لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا لَّمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَن تَقُومَ فِيهِ﴾[21]

اس آیت کریمہ میں یہ بتایا گیا کہ کچھ لوگوں نے ایک مسجد بنائی اس مقصد کے لیے کہ دعوتِ حق کو نقصان پہنچایا جائے اور اللہ کی بندگی کی بجائے کفر کریں اور مؤمنوں میں پھوٹ اور خلفشار پھیلائیں اور اس عبادت گاہ کو اس شخص کے لیے کمین گاہ بنائیں جو اس سے پہلے اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے خلاف اُٹھ چکا ہے۔ وہ ضرور قسم کھا کر کہیں گے کہ ہمارا ارادہ صرف بھلائی کا ہے مگر اللہ گواہ ہے کہ وہ بالکل جھوٹے ہیں، تم ہرگز اس عمارت میں کھڑے نہ ہونا۔

مسجد ضرار کے تین اہم مقاصد تھے: 1. کفر و شرک اور گمراہی پھیلانے کے لیے ایک اڈا بنانا۔ 2. مسلمانوں کے درمیان فرقہ واریت کو ہوا دینا اور انتشار پھیلانا۔ 3. شر پسند اور سازشی ٹولے کو مذہبی لبادے میں پناہ دینا۔

تاریخ بتاتی ہے کہ ہلاکو خان کو مسلمانوں کے خلاف اُکسانے میں اہم کردار عیسائیوں اور نصرانیوں کا ہے اور اسے تین چیزوں سے سخت نفرت تھی: 1. کتابوں سے۔ اس لیے وہ ساری کتب دریاؤں میں پھینکتا رہا۔ 2. مساجد سے۔ جنہیں وہ گراتا گیا۔ 3. پکی عمارتوں سے۔ وہ اُنہیں بھی برباد کرتا رہا۔

آخری صلیبی جنگ (1609ء) میں مسلمانوں پر پابندیاں لگانے پر ختم ہوئی۔ ان میں سے مساجد کو بند کرنا، انہیں گرجاگھروں میں تبدیل کرنا، اسپینی لباس پہننا، غسل کی ممانعت وغیرہ شامل تھا۔ الجزائر میں بھی بہت سی مساجد کو عیسائیوں نے اپنی عبادت گاہوں میں تبدیل کر دیا اور ہزاروں مسلمانوں کو تہ تیغ کیا۔ ان کا یہ کردار اس وقت ظاہر ہوا جب انہوں نے 1632ء میں الجزائر پر قبضہ کیا۔

ب۔ یہود: یہودیوں کی اسلام دشمنی کسی سے چھپی ہوئی نہیں ہے اور مذکورہ بالا مسجد ضرار یہودیوں اور عیسائیوں کی مشترکہ کاوش تھی۔ یہودیوں نے تحویل قبلہ کے موقع پر پروپیگنڈہ کیا اور مسلمانوں کے دلوں میں شکوک پیدا کرنے کی کوشش کی۔ یہودیوں نے ہمیشہ مسجدوں کی بے حرمتی کی اور مسلسل مساجد کے خلاف ان کی ناپاک سازشیں جاری رہی کیونکہ یہ مسلم معاشرے کا محور تھی۔ آج کے دور میں مسجدِ اقصیٰ کے ساتھ یہودی جو کچھ کر رہے ہیں، اس سے ان کی مساجد دشمنی بالکل ظاہر و باہر ہو جاتی ہے۔

ج۔ کمیونسٹ اور مسجد: کمیونسٹ اور سوشلسٹ انقلاب کی تباہ کاریوں کا شکار مسلمانوں کی مساجد، مدارس اور اسلامی تہذیب و تمدن ہوئی۔

د۔ چین کے ثقافتی انقلاب میں بھی مذہبی سرگرمیاں ممنوع قرار پائی اور مسجد اور دیگر مذاہب کی عبادت گاہوں کو بند کیا گیا یا اُن کو تباہ کر دیا گیا۔ مذہبی کتابوں کو گھروں میں رکھنا بھی جرم قرار پایا۔

ھ۔ ہندو، سکھ اور مساجد: انتہا پسند اور متعصّب ہندو اور سکھ کسی سے پیچھے نہیں رہے۔ انہوں نے بھی شعائر اسلامیہ کے خلاف سنگین معاندانہ رویہ اپنائے رکھا ہے۔ قیام پاکستان کے وقت ہزاروں مساجد کو گرایا، جلایا گیا یا جانوروں کے باڑے میں تبدیل کر دیا گیا اور بابری مسجد کی شہادت ہندوؤں کے خبثِ باطن کو واضح کر دیتی ہے۔ سکھوں نے بھی مساجد کی بے حرمتی کی اور ہمیشہ مسجد دشمنی میں پیش پیش رہے۔

و۔ بہائی اور قادیانی: بہائی اور قادیانی مذہب کے پیروکاروں نے یہود و نصاریٰ کا آلہ کار بن کر مسلمانوں کے عقائد اور ایمان کو متزلزل کیا۔ انتشار پیدا کیا اور مساجد کا استعمال کر کے سادہ مسلمانوں کو گمراہ کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی اور مسجد کے کردار کو مثبت کی بجائے منفی رنگ دے دیا ہے۔

عصر حاضر اور مساجد کا کردار

عصر حاضر میں مسجد کے کردار کو مسخ کرنے والے درج ذیل عوامل قابل ذکر ہیں جس نے مسجد کے مقام مرتبہ اور اس کی اہمیت کو ختم کر دیا ہے۔

1. **فرقہ پرستی اور مسلک پرستی:** فرقہ واریت سے اُمّت مسلمہ کا شیرازہ بکھر چکا ہے اور اتحاد پارہ پارہ ہے۔ مذہبی گروہ بندی اور مسلک پرستی نے تباہی مچادی ہے، جب سے مسلمان تقسیم ہوئے ہیں تو ہر ایک فرقہ کی الگ مسجد ہے جہاں مخصوص سوچ و فکر اور مسلک کا پرچار کیا جاتا ہے۔ دوسروں کے خلاف منبر و محراب سے زہر اُگلا جاتا اور اُنہیں کافر دائرہ اسلام سے خارج اور واجب القتل قرار دیا جاتا ہے اور اس تعصّب کے نتیجہ میں مسلم معاشرہ بے چینی اور بربادی کا شکار ہو چکا ہے۔
2. **خطباء اور ائمہ مساجد کا منفی کردار:** مساجد ائمہ خاص مسلک کے پیروکار ہوتے ہیں جو مثبت کی بجائے منفی کردار ادا کرتے ہیں، اور اصلاح کے بجائے بگاڑ اور انتشار پیدا کرتے ہیں۔
3. **غیر معیاری تقاریر:** خطبا کی تقریریں غیر معیاری اور نامناسب ہوتی ہیں، اکثر من گھڑت موضوع واقعات و روایات بیان کرتے ہیں۔ اختلافی مسائل کو ہوا دے کر نفرت کا بیج بوتے ہیں۔ اس صورتحال میں خصوصی اصلاح اور توجہ کی ضرورت ہے۔
4. **عربی زبان سے دوری:** تعلیمی پالیسی سازوں نے عربی زبان سے ناطہ توڑ کر بھی مسجد کے کردار کو کمزور کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسلام کا زیادہ تر لٹریچر عربی زبان میں ہے۔ جس کو سمجھنے کی لیے عربی زبان کا فہم ضروری ہے

اور مسجد کا اس میں اہم رول ہے کہ عربی زبان کی ترویج ہو۔

5. **مادہ پرستی اور دنیاداری:** مسلمانوں میں دولت اور دنیاداری کی ہوس عام ہوچکی ہے۔ معاشرہ کا ہر فرد دولت جمع کرنے میں عظمت اور اپنی توقیر خیال کر رہاہے اور ہر جائز وناجائز ذرائع سے دولت اکٹھی کرنے کی فکر میں ہے۔ روحانیت اور آخرت کا خیال اس کے دل سے نکل چکا ہے۔

6. **قبر پرستی و دیگر خرافات:** مساجد کے دعوتی و اصلاحی محدود ہوگیا ہے۔ عبادت الٰہی کی جگہ قبر پرستی و دیگر خرافات نے لے لی ہے۔

7. **مساجد کمائی کا ذریعہ:** مساجد کو دنیا کمانے کا ذریعہ بنالیا گیا ہے جس سے اس کا مرتبہ کم ہوگیا اور تاریخی مساجد کو آثارِ قدیمہ قرار دے کر سیر گاہ کا درجہ دے دیا گیا اور اس پر ٹکٹ مقرر کر کے کمائی کی جاتی ہے۔

مبحث خامس: غیر مسلموں سے سیاسی و سماجی روابط اور سیرتِ طیبہ

اسلام امن و استحکام کا داعی ہے۔ وہ مکالمہ، متانت، نرمی اور باہم خیر خواہی کی بنیاد پر بلا رانگ و نسل اقوام و ملل کے ساتھ روابط و تعلقات استوار کرنا اپنا فرض اوّلین سمجھتا ہے۔ انسانی محبت اور مساوی خون کے رشتوں کی بنا پر تمام انسانوں سے تعاون و ہمدردی اس کی عالمگیریت کا ثبوت ہے۔ ذیل میں سیاسی، سماجی اور معاشرتی بنیادوں پر اسلام کی عالمگیر حکمت عملی پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

معاشرے میں معروف کو پھیلانا' منکر سے روکنا' بدامنی کے خاتمہ اور امن وانصاف کے قیام کے لیے کام کرنا اسلامی ریاست کا شرعی فریضہ ہے۔ ان مقاصد کے قیام کے لیے معاشرے کے تمام طبقات کے تعاون کی ضرورت ہوتی ہے۔ نیز غیر مسلموں کے ساتھ اتحاد و تعاون ضروری ہو جاتا ہے۔ غیر مسلموں کے ساتھ تعلق استوار ہونا چاہئے۔ ان کا غیر مسلم ہونا معاشرتی روابط کی راہ میں حائل نہیں ہونا چاہئے۔ اس سلسلے میں ارشاد رب العزت ہے: فما استقاموا لکم فاستقیموا لھم[22] غیر مسلموں سے روابط قطعی طور پر ممنوع نہیں بلکہ حالات کے تحت ان سے برتاؤ ہو سکتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ.....﴾[23]۔ تمہیں اللہ ان لوگوں پر احسان کرنے سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین کے معاملے میں نہیں لڑتے اور انہوں نے تمہیں گھروں سے نہیں نکالا ہے تم ان پر احسان کرو ان سے انصاف کرو۔

اگر اہل کفر اسلام اور امت مسلمہ کے لیے خطرہ ہوں ان کے ساتھ زیادتی کے مرتکب ہوں ان پر دست درازی کریں تو پر ان کے ساتھ تعاون کا ہاتھ بڑھانا درست نہیں بلکہ اپنے تحفظ و دفاع میں ان کے ساتھ جہاد کیا جائے۔ قرآن نے غیر مسلموں کے ساتھ تعاون و روابط کی مشروط اجازت دی ہے۔ ارشاد رب العزت ہے:۔ ﴿ وَ

افْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ [24]۔ اور نیک کام کرتے رہو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى﴾ [25]"نیکی اور پرہیز گاری میں ایک دوسرے کی مدد کرتے رہو۔﴿وَإِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا﴾ ۔[26] "اگر وہ صلح کی طرف جھک جائیں تو تم بھی صلح کی طرف جھک جاؤ اور اللہ پر بھروسہ کرو۔﴿قُلْ يَاأَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلَمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ﴾ [27]

مندرجہ بالا قرآنی احکامات کی روشنی میں یہ واضح طور پر کہا جاسکتا ہے کہ مخصوص حالات میں مقاصد کے پیش نظر غیر مسلموں کے ساتھ تعاون و اشتراک درست ہے۔ لہذا ان کے ساتھ تجاراتی لین دین اور سماجی تعلقات رکھے جاسکتے ہیں۔ بشرطیکہ غیر مسلم حقوق کے مرتکب نہ ہوں۔ اشاعت اسلام میں رکاوٹ نہ بنیں۔ اس اصولی تعاون کے جواز کی مثالیں سیرتِ طیبہ سے عیاں ہیں:

میثاقِ مدینہ نبی کریم ﷺ کی رواداری پر مبنی عالمگیر سماج وریاست کا مُنہ بولتا ثبوت ہے۔ اس معاہدے کے بارے میں محمد حسین ہیکل لکھتے ہیں:

"یہ تحریری معاہدہ ہے جس کی رو سے حضرت محمد ﷺ نے تیرہ سو سال پہلے انسانی معاشرے میں ایک ایسا ضابطہ قائم کیا جس سے شرکائے معاہدہ میں سے ہر گروہ اور ہر فرد کو اپنے اپنے عقیدے کی آزادی کا حق حاصل ہوا' انسانی زندگی کی حرمت قائم ہوئی' اموال کے تحفظ کی ضمانت مل گئی' ارتکاب جرم پر گرفت اور مواخذہ نے دباؤ ڈالا اور معاہدین کی یہ بستی' اس میں رہنے والوں کی لیے امن کا گہوارہ بن گئی"۔ [28]

غیر مسلموں کے ساتھ امن کے ساتھ رہنے کے لیے نبی ﷺ نے جو معاہدات کیے ان میں میثاق مدینہ اور صلح حدیبیہ کے علاوہ متعدد معاہدات شامل ہیں اور یہ معاہدات ہمیشہ برابری کی بنیاد پر ہوئے کسی فریق پر ظلم و ستم نہیں کیا گیا۔ جنگ خیبر کے بعد کچھ لوگ بے قابو ہو گئے آپ ﷺ نے مجاہدین کو جمع کیا اور فرمایا:

"یہ جائز نہیں کہ اہلِ کتاب کے گھروں میں بلا اجازت گھس جاؤ یا ان کی عورتوں کو مارو پیٹو یا ان کے پھل کھاؤ حالانکہ ان پر جو کچھ واجب تھا تمہیں ادا کر چکے ہیں۔"[29]

رسول اللہ ﷺ نے مختلف قبائل کے ساتھ جو معاہدات کیے یہود قبائل اور مکہ کے ساتھ عرب سے باہر دوسرے ممالک کے سربراہان کے نام جو خطوط لکھے وہی بین التہذیبی روابط کا ثبوت ہیں۔ اس سے عیاں ہوتا ہے کہ آپ حقوق کا تحفظ کرتے ہوئے امت مسلمہ کے وسیع تر مفاد میں خیالات کے پیش نظر ایسے معاہدات کیے جاسکتے ہیں۔ آپؐ کا یہ ارشاد آپؐ کی عالمگیر حکمت علمی کی طرف اشارہ ہے "حکمت مومن کی گمشدہ میراث ہے"۔

نبی اکرم ﷺ کی سیرت میں ایسی کئی مثالیں موجود ہیں جہاں آپ ﷺ نے مخصوص حالات میں مخصوص و اعلیٰ مقاصد کی خاطر مدینہ کی اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے ساتھ تعاون کیا۔ نیز غیر مسلموں سے امداد لینا اس وقت جائز ہے جب کہ حاکم کے ساتھ مسلمانوں کی اتنی بڑی جماعت ہو کہ امام ان کی مکمل حمایت کی وجہ سے غیر مسلموں پر اسلامی قوانین شرعیہ نافذ کر سکتا ہو اور غیر مسلم غالب نہ ہوں۔ رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں مختلف قبائل کے درمیان حلف الفضول کے نام سے معاہدہ ہوا جس میں مختلف قبائل کا اتفاق اس بات پر ٹھہرا کہ وہ مظلوم کا ساتھ دیں گے۔ اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ایک مثال ہے۔

"میں عبد اللہ بن جدعان کے مکان میں ایک ایسے حلف میں موجود تھا جو مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ پیارا تھا اور اگر اسلام میں بھی کوئی ایسے عہد کی طرف بلائے تو میں قبول کر لوں گا"۔[30]

رسول اللہ ﷺ نے رواداری اور اتحاد کی بناء پر غیر مسلموں کے ساتھ سیاسی معاہدات کیے۔ ان معاہدات کی طرف اشارہ کرتے علامہ جصاص لکھتے ہیں:

"مدینہ تشریف لانے کے بعد نبی اکرم ﷺ نے مختلف انواع کے غیر مسلم قبائل سے معاہدات کیے جن میں بنو نضیر، بنو قینقاع، بنو قریظہ، مشرکین اور بعض دوسرے قبائل تھے۔ پھر آپؐ کے اور قریش کے مابین صلح حدیبیہ بھی ہوئی۔ یہاں تک کہ قریش نے آنحضرت ﷺ کے حلیف قبیلہ خزاعہ سے جنگ کر کے توڑ کر اس کی خلاف ورزی کی"[31]

غیر مسلموں کے ساتھ اتحاد و تعاون کرنا نہ صرف یہ کہ جائز امر ہے بلکہ مستحسن بھی ہے۔ بعض اہلِ علم نے شرط لگائی ہے کہ غیر مسلموں اور فاسقوں سے دفاعی امداد لینا اس وقت جائز ہے جبکہ حکمران کے ساتھ مسلمانوں کی اتنی بڑی جماعت ہو کہ امام ان کی مکمل حمایت کی وجہ سے غیر مسلموں پر قوانین شرعیہ نافذ کر سکتا ہو اور غیر مسلم مغلوب ہوں غالب نہ ہوں۔[32]

سیرتِ نبویہ میں عالمگیر بنیادوں پر اتحاد و تعاون کی اولین مثال حلف الفضول ہے جس میں مختلف قبائل نے اس بات پر اتحاد کیا کہ ظالم کے خلاف مظلوم کی حمایت میں ساتھ دیں گے 'سیرت ابن ہشام میں ہے:

فتعاقدوا وتعاهدوا ان لايجدوا بمكة مظلوماً من أهلها وغيرهم ممن دخلها من سائر الناس الا قاموا معهُ' وكانون على من ظلمهٖ حتى تردّ عليه مظلمته"[33]

ان معاہدات میں دستور مدینہ نہایت اہم اور واضح ثبوت ہے۔ اس معاہدہ (دستورِ مدینہ) میں اس سیاسی اتحاد کے لیے ہی "امۃ مع المومنین" کے الفاظ استعمال کیے گئے۔[34]

رسول اللہ ﷺ کے دیگر معاہدات مثلاً بنو ضمرہ، بنو جہینہ، مزنیہ، بنو خزاعہ علاوہ ازیں صلح حدیبیہ کا معاہدہ نیز شاہان عرب کے ساتھ خط و کتابت وغیرہ یہ تمام باتیں اس کا ثبوت ہیں کہ مصالح مسلمیں کی خاطر غیر مسلموں سے سیاسی اتحاد کیا جا سکتا ہے۔

غیر مسلموں کے ساتھ روابط کے اصول و ضوابط

غیر مسلموں کے ساتھ روابط قائم کرنے کی چار صورتیں ہیں: 1۔ موالات 2۔ مواسات 3۔ مدارات 4۔ معاملات

1۔ موالات قلبی دوستی کے علاوہ اہم نصرت و اعانت کو بھی کہتے ہیں یہ صرف مومنین کے ساتھ خاص ہے غیر مسلم کے ساتھ یہ تعلق کسی حال میں جائز نہیں ہے۔

2۔ دوسرا درجہ مواسات کا ہے جس کے معنی ہمدردی، خیر خواہی اور نفع رسانی کے ہیں۔ یہ صرف ان غیر مسلموں کے ساتھ جائز ہے جو مسلمانوں کے ساتھ برسرِ پیکار نہیں ہیں۔

3۔ تیسرا درجہ مدارات کا ہے جس کا معنی ہے ظاہری خوش خلقی مثلاً مہمان نوازی وغیرہ یہ سب مسلموں کے لیے جائز ہے۔

4۔ چوتھا درجہ معاملات کا ہے ان سے تجارت کرنا یا اجرت و ملازمت اور صنعت و حرفت کے معاملات کرنا، یہ بھی تمام غیر مسلموں سے جائز ہے بجز ایسی حالت کے کہ ان معاملات سے عام مسلمانوں کو نقصان کا اندیشہ ہو۔

یہ بھی بتایا گیا ہے کہ کافروں سے موالات کی تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ دینی حیثیت سے محبوب رکھنا، یہ قطعاً حرام ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ دلی طور پر ان کے مذہب و نظریے سے نفرت ہے مگر معاملات دنیویہ میں ان سے خوش اسلوبی سے پیش آئے۔ یہ بالاجماع جائز ہے۔ تیسری صورت ہے کہ دل سے تو ان کے مذہب کو برُا سمجھے مگر قرابت داری یا دنیوی غرض کی وجہ سے ان کے ساتھ تعلقات رکھے اور ان کی اعانت کرے یا کسی وقت مسلمانوں کی جاسوسی کرے، یہ صورت بھی سخت گناہ ہے۔

اسلام کا پیغام عالمگیر امن کا پیغام ہے۔ حریت، مساوات، اخوت، روشن خیالی، عالمی بھائی چارہ جس کی آج ہر مذہب و ملت کے انسان کو سخت ضرورت ہے وہ اسلام کے دامن میں ہے۔ جو استحصال کا ستایا ہوا اس کے دامن میں پناہ لے لے اسے تحفظ دیتا ہے۔ تمام دکھوں کا مداوا اس کے دامن رحمت میں ہے۔ اسلام کے دامن میں ہر رنگ و نسل، علاقے و قوم کا انسان سما سکتا ہے۔ اسی لیے اقبال نے کہا:

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی جو اماں ملی تو کہاں ملی — میرے جرم خانہ خراب کو تیرے عفو بندہ نواز میں

اسلام کے دامن رحمت میں اس کی عالمگیریت میں ہر علاقے، مذہب و ملت کے سمانے کی گنجائش ہے۔ ہمیں بحیثیت مسلمان اور امت مسلمہ اپنی اسلامی تہذیب کی عالمگیریت پر فخر کرنا چاہئے۔ کیونکہ اسی کے اندر صراط مستقیم ہے، راہ ہدایت ہے، "جیو اور جینے دو" کا عالمگیر نعرہ ہے۔ اس کی اساس کسی فرد یا افراد کی عطا کردہ نہیں بلکہ قرآن اور شریعت کی عطا کردہ ہے۔

موجودہ دور میں مسجد کے اصلاحی کردار کی بحالی کے لیے اقدامات اور تجاویز

دورِ حاضر میں ہماری اجتماعی زندگی کا شیرازہ بکھر چکا ہے جو اُمت مسلمہ کے لئے نقصان دہ ثابت ہو رہا ہے۔ یہ اُمت واحدہ اب مختلف فرقوں، گروہوں، گروپوں میں تقسیم ہو چکی ہے۔ مسلم معاشرہ بگاڑ، انتشار، خلفشار، گمراہ کن افکار، رذیلہ اخلاق و کردار کا بھیانک نمونہ پیش کر رہا ہے۔ اخلاقی جرائم بے حیائی، فحاشی کا طوفانِ بدتمیزی ہے کہ تھمنے کا نام نہیں لیتا۔ معاشرے میں بے چینی، بدامنی، بے سکونی، وحشت و دہشت گردی عام ہے۔ قتل و غارت، ڈاکہ زنی، رہزنی، بددیانتی، بدعہدی، رشوت، دھوکہ دہی، ملاوٹ، جھوٹ، فریب کا چلن ہے۔ ان مفاسد کو ختم کرنے کے لئے ایسے عملی اقدامات کرنے کی ضرورت ہے جو قرونِ اولیٰ میں کئے گئے تھے کہ جس کی بدولت وہ معاشرہ امن و سکون، محبت و آشتی اور خوشحالی کا ایسا بے مثال نمونہ بن گیا تھا کہ یمن کے دارالخلافہ صنعا سے ایک اکیلی عورت حج کے لیے تمام زیب و زینت اور زیورات پہن کر چلی تو مکّہ تک اس کی طرف کوئی نظر اُٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہیں کر سکا۔ وہ معاشرہ اس قدر مصلح، تربیت یافتہ اور خوشحال بن گیا تھا کہ لوگ زکوٰۃ دینے کے لیے نکلتے تھے کہ کوئی وصول کرنے والا مستحق نہیں ملتا تھا۔

یقیناً اس دور کا آغاز مسجد کے ساتھ مضبوط تعلق سے ہوا تھا۔ آج اگر ہم اپنے بگڑے اور تباہ حال معاشرے کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں پھر سے معاشرے میں مسجد کی اجتماعیت، مرکزیت کا وہ مقام واپس لانا ہو گا اور مساجد کا زیادہ فعال اور جاندار کردار کے لیے یہ اقدامات کرنا ہوں گے:

1. مساجد کے ساتھ ربط: ہر مسلمان کو مسجد کے ساتھ اپنے تعلق کو اس قدر مضبوط بنانا چاہیے کہ وہ نماز باجماعت ادا کرے اور انفرادی عبادت کا اہتمام بھی مسجد میں کرے۔
2. مسجد اصلاحی، رفاہی، اور اجتماعی فلاح و بہبود کا مرکز ہونا چاہیے۔ اس لیے اس کی اس حیثیت کو مزید مضبوط اور بہتر کیا جائے اور اس کے رول کو پھر سے بحال کیا جائے۔ روزمرہ کے معاملات کے لیے درج ذیل انتظامات کیے جائیں:

ا۔ ایمبولینس سروس ب۔ فری ڈسپنسری ج۔ لوکل عدالت اور پنچائت کمیٹی د۔ مہمان خانہ کا قیام

3. مسجد کو تعلیمی و تربیتی مرکز ہونا چاہیے جس کے لیے درج ذیل اقدامات ناگزیر ہیں:

- قرآن کی تعلیم: مسجد میں قرآن مجید، ناظرہ، حفظ اور ترجمہ کی کلاس کا اجرا کیا جائے اور اس کے لیے تربیت یافتہ مدرّسین مقرر کئے جائیں تاکہ وہ اپنے شاگردوں کی بہتر تعلیم و تربیت کر سکیں۔
- خطبہ جمعہ: جمعہ کے خطبہ میں جاندار اور مؤثر تقریر ہونی چاہیے۔ دین کے بنیادی عقائد، عبادت و معاملات اور اخلاقیات کے علاوہ امت مسلمہ کے مابین اتحاد و اتفاق کے موضوع پر خطبات دیئے جائیں۔ گفتگو عام فہم، جامع اور دلچسپ انداز میں کی جائے۔
- تعلیم بالغاں: بوڑھے اور عمر رسیدہ یا نوجوان جو اَن پڑھ ہیں، ان کی تعلیم کا سلسلہ شروع کر کے اُنہیں اسلام کی تعلیم دی جائے۔
- درس قرآن و حدیث: فرض نماز کی باجماعت ادائیگی کے بعد مختلف اصلاحی موضوعات پر لیکچر کا اہتمام کیا جانا چاہیے۔
- مطالعہ کے لیے جدید رسائل و اخبارات اور نئی چھپنے والی کتابیں بھی مہیا ہونی چاہیے، اس لائبریری میں کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کی سہولت بھی ہو تاکہ اسلام پر ہونے والی ریسرچ کا مطالعہ و مشاہدہ ہو سکے۔

4. مساجد جدید سنٹر کی شکل میں بنائی جائیں اور وہاں معاشرتی زندگی کی تمام ضروریات اور تقاضے پورے کرنے کا اہتمام ہونا چاہیے۔ اور اس کے لیے درج ذیل اقدامات ناگزیر ہیں:

- علمی، تاریخی اور دیگر موضوعات پر تقریری، تحریری یا کوئز مقابلے نوجوانوں اور بچوں کے مابین منعقد کرنے چاہیے اور اُنہیں انعامات دینے چاہیے تاکہ ان کا رجحان مسجد کی طرف ہو۔
- کوچنگ کلاسز: سکول و کالج کے نادار طلبا کے لیے فری کوچنگ کلاسز کا انتظام کرنا چاہیے ساتھ ہی کوئی اصلاحی پروگرام ترتیب دینا چاہیے۔ تاکہ تعلیم کے ساتھ ان کی فکری اور اخلاقی اصلاح ہو سکے اور دعوتی اصلاحی گروپ تشکیل دے کر دوسروں کو مسجد آنے کی دعوت دینے کی ضرورت ہے۔
- مکتبہ اور دارالمطالعہ مسجد میں مناسب لائبریری ہونی چاہیے اور کتب بینی کے لیے بھی پر سکون ماحول مہیا کیا جانا چاہیے۔

الغرض اسلامی معاشرے میں مساجد کا کردار نمایاں اور عیاں ہے۔ آج کل کے معاشرے میں انارکی او رافراتفری ہے۔ ہر طرح کے جرائم: معاشی، معاشرتی، اخلاقی، جنسی عام ہو رہے ہیں۔ انسانیت کا خون ارزاں ہے، شدت پسندی، دہشت گردی اور عدم برداشت کی فضا قائم ہے۔ غربت و افلاس مسلمانوں کا مقدر بن گیا ہے جبکہ

ہمارے معاشرے میں شہروں اور قصبوں میں لاکھوں مساجد ہیں مگر اُن سے اصلاحِ معاشرہ کا کام نہیں لیا جارہا۔ منبر و محراب سے اُٹھنے والی صدا کچھ اور ہے۔ آج کے اس پُر فتن دور میں ہمیں اصلاحِ معاشرہ کے لیے مسجد کے کردار کو پھر سے فعال بنانا ہو گا اور اِنہی خطوط پر عمل پیرا ہونا ہو گا جنہیں اپنا کر عرب کے بدو دُنیا کے امام اور رہبر بن گئے۔

سبق پڑھ پھر صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

آج مساجد و مدارس اور دیگر مذہبی پلیٹ فارم کے اُسی کردار کی تجدید ہمیں کرنی چاہیے جو کردار محمد ﷺ، خلفائے راشدین کے زمانے میں ادا کیا جاتا رہا ہے۔ ہمارے علما و خطبا عزم کرلیں کہ ہمیں معاشرے کے افراد کی اصلاح کا کام تعلیم سے کرنا ہے تو کوئی مشکل نہیں ہے۔ کہ امت مسلمہ کے مابین اتحاد و اتفاق پیدا ہو سکتا ہے۔ بقول اقبال:

شب گریزاں ہو گی آخر جلوہ خورشید سے یہ چمن معمور ہو گا نغمہ توحید سے

حوالہ جات

[1] سورۃ الروم:22

[2] سورۃ النساء:1

[3] سورۃ آل عمران:103

[4] سورۃ الأنعام:159

[5] صحیح بخاری، رقم الحدیث، 6011

[6] أبواب الفتن، باب ماجاء في لزوم الجماعة، رقم الحدیث، 2186

[7] تاج العروس من جواهر القاموس، الحسيني، تحقيق: مجموعة من المحققين، ج 1/862، المعجم الوسيط-مجمع اللغة العربية بالقاهرة-صدر:1379ھ-/1960م

[8] تهذيب اللغة، الأزهري، ج10/301، لطائف الإشارات، القشيري، تحقيق: إبراهيم البسيوني، ج3/639.

[9] سورۃ آل عمران:96

[10] سورۃ الاعراف:31

[11] سورۃ التوبۃ:18

[12] سورۃ الکہف:21

[13] عبد اللہ قاسم الوشلی، المسجد ونشاطه الاجتماعی علی مدار التاریخ، مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ، 1990.:365

[14] سید سلیمان حسین ندوی، ہمارا نصاب تعلیم کیسا ہے، مجلس نشریات اسلام ناظم آباد کراچی، 2004

[15] پروفیسر حافظ نذر احمد، پاکستان میں دینی مدارس کے نصاب کا جائزہ-لاہور، ص98

[16] مسلم سجاد سلیم منصور خالد، دینی مدارس کا نظام تعلیم، اسلام آباد انسٹیٹیوٹ آف پاک سٹڈیز اسلام آباد، 55

[17] ابن ہشام، السیرہ النبویہ مصر، مطبہ مصطفیٰ البابی الحلبی، 1963ء:2/45

[18] المسجد و نشاطہ الاجتماعی علی مدار التاریخ:231

[19] سورہ العنکبوت:45

[20] ابن قیم، زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، مؤسسۃ الرسالۃ، 1430-2009، 3/325

[21] سورہ التوبۃ:108

[22] سورۃ التوبہ:7

[23] سورۃ الممتحنہ:9-8

[24] سورۃ الحج:77

[25] سورۃ المائدہ:2

[26] سورۃ الانفال:61

[27] سورۃ آل عمران:64

[28] حسین ہیکل، حیاۃ محمد، مصر، مطبعۃ النہضہ العصریہ، 1947م227

[29] سنن ابوداؤد، کتاب الخراج، باب التشدید فی جبایۃ الجزیۃ 3/436

[30] ابن ہشام، السیرہ النبویہ:1/31

[31] جصاص، احکام القرآن، قسطنطیہ، 1335ء3/96

[32] ظفر احمد عثمانی، مولانا، اعلاء السنن، کراچی، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، س۔ن 5/21

[33] ابن ھشام، السیرہ النبویہ:1/41

[34] عہد نبوی کا نظام حکمرانی، 78